FARID
BOOK DEPOT
فتنہ کے دور کی نشانیاں
جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی

نام کتاب ـــــ فتنہ کے دور کی نشانیاں

خطاب ـــــ جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی

صفحات ـــــ ۶۴

سنہ طباعت ـــــ ۲۰۰۰ء

تعداد ـــــ ۲۱۰۰

باہتمام ـــــ الحاج محمد ناصر خاں

ناشر ـــــ فرید بک ڈپو پرائیویٹ لمیٹیڈ دہلی

قیمت ـــــ ۱۲/- روپے

پرنٹر ـــــ راحیل نسیم پرنٹنگ پریس دہلی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پُرفتن دور کی نشانیاں

اور

مسلمانوں کے لئے طرزِ عمل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَیۡکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ ۚ لَا یَضُرُّکُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اھۡتَدَیۡتُمۡ ؕ اِلَی اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ

وَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: اِذَا رَاَیۡتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَّھَوًی مُّتَّبَعًا وَدُنۡیَا مُّؤۡثَرَۃً وَّاِعۡجَابَ کُلِّ ذِیۡ رَایٍ بِرَایِہٖ۔ فَعَلَیۡکَ یَعۡنِیۡ نَفۡسَکَ وَدَعۡ عَنۡکَ الۡعَوَامَ۔

(ابوداؤد۔ کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی)

اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوۡلَانَا الۡعَظِیۡمُ، وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ، وَنَحۡنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیۡنَ وَالشَّاکِرِیۡنَ، وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ۔

حضور ﷺ تمام قوموں کیلئے قیامت تک کیلئے نبی ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے سلسلہ میں آج ایک ایسے موضوع پر مختصراً عرض کرنا چاہتا ہوں جس کی آج ضرورت بھی ہے۔ اور آپ کے ارشادات اور تعلیمات کا یہ پہلو بہت کم بیان کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا

میں خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ پر نبوت کے سلسلے کی تکمیل ہوگئی۔ اور آپ کو دوسرے انبیاء پر یہ امتیاز عطا فرمایا کہ پہلے جو انبیاء تشریف لاتے تھے، وہ عموماً کسی خاص قوم کے لئے اور خاص جگہ کے لئے اور خاص زمانے کے لئے ہوتے تھے۔ ان کی تعلیمات اور دعوت ایک خاص علاقے تک محدود ہوتی تھی۔ اور ایک خاص زمانے تک محدود ہوتی تھی۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کے علاقے میں بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے گئے، اسی قوم اور اسی علاقے تک آپ کی نبوت اور رسالت محدود تھی۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کسی خاص قوم، کسی خاص قبیلے اور کسی خاص جگہ کے لئے نبی نہیں بنایا تھا، بلکہ پوری دنیا، پوری انسانیت اور قیامِ قیامت تک تمام زمانوں کے لئے نبی بنایا تھا۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾

(سورۃ سبا: ۲۸)

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تمام انسانوں سے مراد یہ ہے کہ وہ جہاں بھی بسنے والے ہوں اور جس زمانے میں بھی آنے والے ہوں، ان سب کی طرف آپ کو بھیجا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی رسالت صرف عرب تک مخصوص نہیں۔ اور

صرف کسی ایک زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ قیامِ قیامت تک جتنے آنے والے زمانے ہیں، ان سب کے لئے آپ کو رسول بنایا۔

آئندہ پیش آنے والے حالات کی اطلاع

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کی تعلیمات اور آپ کے بتائے ہوئے احکام قیامت تک نافذ العمل ہیں۔ کسی زمانے کے ساتھ آپ کی تعلیمات مخصوص نہیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو تعلیمات عطا فرمائیں وہ زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہیں۔ اور پھر ان تعلیمات کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو میں تو شریعت کا بیان ہے کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں حرام ہے، یہ کام جائز ہے، اور یہ کام ناجائز ہے۔ فلاں عمل واجب ہے۔ فلاں عمل مسنون ہے۔ فلاں عمل مستحب ہے۔ وغیرہ۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ امت کو آئندہ آنے والے زمانوں میں کیا کیا حالات آنے والے ہیں۔ اور امت کو کن کن مسائل سے دوچار ہونا ہے اور اِن حالات میں امت کو کیا کرنا چاہئے؟

یہ دوسرا پہلو بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا بہت اہم حصہ ہے۔ چنانچہ آپ نے نگاہ نبوت سے آئندہ پیش آنے والے اہم واقعات کو دیکھنے کے بعد امت کو خبر دی کہ آئندہ زمانے

میں یہ واقعہ پیش آنے والا ہے اور یہ حالات پیش آنے والے ہیں۔ اور ساتھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ بھی بتایا کہ جب ایسے حالات پیش آئیں تو ایک مؤمن کو اور سیدھے راستے پر چلنے والے کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ اور کیا طرز اختیار کرنا چاہئے؟ آج اس دوسرے پہلو پر تھوڑی گزارشات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

امّت کی نجات کی فکر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امّت کی ایسی فکر تھی کہ اس فکر کے اندر آپ ہر وقت پریشان رہتے تھے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَآئِمُ الْفِكْرَةِ مُتَوَاصِلُ الْاَحْزَانِ﴾

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فکر مند، سوچ میں ڈوبے ہوئے ہوتے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر وقت آپ پر کوئی غم چھایا ہوا ہے۔ کیا وہ غم پیسے جمع کرنے کا تھا؟ یا وہ غم اپنی شان و شوکت بڑھانے کا تھا؟ بلکہ وہ غم اس بات کا تھا کہ جس قوم کی طرف مجھے بھیجا گیا ہے، میں اس کو کس طرح جہنم کی آگ سے بچاؤں۔ اور کس طرح ان کو گمراہی سے نکال کر سیدھے راستے پر لے آؤں۔ اور

اس شدید غم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار آیات نازل فرمائیں۔ جس میں آپ کو اس غم کرنے سے روکا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾

یعنی آپ اپنی جان کو کیوں ہلاک کر رہے ہیں، اس وجہ سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک آگ سلگائی اور آگ کو دیکھ کر پروانے آگ پر گرنے لگے۔ وہ شخص ان پروانوں کو آگ سے دور رکھنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ وہ آگ میں گر کر جل نہ جائیں۔ اسی طرح میں بھی تمہیں جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں، تمہاری کمریں پکڑ پکڑ کر تمہیں روک رہا ہوں۔ مگر تم جہنم کی آگ کے اندر گرے جا رہے ہو۔ آپ کو اپنی امت کی اتنی فکر تھی۔ اور صرف اس امت کی فکر نہیں تھی جو آپ کے زمانے میں موجود تھی، بلکہ آئندہ آنے والے زمانے کے لوگوں کی بھی آپ کو فکر تھی۔

آئندہ کیا کیا فتنے آنے والے ہیں

چنانچہ آپ نے آئندہ آنے والے لوگوں کو بتایا کہ تمہارے زمانے

میں کیا کیا حالات پیش آنے والے ہیں؟ چنانچہ تقریباً تمام احادیث کی کتابوں میں ایک مستقل باب "ابواب الفتن" کے نام سے موجود ہے، جس میں اِن احادیث کو جمع کیا گیا ہے جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے فتنوں کے بارے میں لوگوں کو بتایا اور اِن کو خبردار کیا کہ دیکھو! آئندہ زمانے میں یہ یہ فتنے آنے والے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿تَقَعُ الْفِتَنُ فِیْ بُیُوْتِکُمْ کَوَقْعِ الْمَطَرِ﴾

یعنی آئندہ زمانے میں فتنے تمہارے گھروں میں اس طرح گریں گے جیسے بارش کے قطرے گرتے ہیں۔ بارش کے قطروں سے اس لئے تشبیہ دی کہ جس طرح بارش کا پانی کثرت سے گرتا ہے۔ اسی طرح وہ فتنے بھی کثرت سے آئیں گے۔ اور دوسرے یہ کہ بارش کا پانی جس طرح مسلسل گرتا ہے کہ ایک قطرے کے بعد دوسرا قطرہ، دوسرے کے بعد فوراً تیسرا قطرہ۔ اسی طرح وہ فتنے بھی مسلسل اور لگاتار آئیں گے کہ ابھی ایک فتنہ آکر ختم نہیں ہوگا کہ دوسرا فتنہ کھڑا ہوجائے گا۔ دوسرے کے بعد تیسرا آئے گا۔ اور یہ فتنے تمہارے گھروں میں آکر گریں گے۔

ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

﴿سَتَكُونُ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ﴾

عنقریب اندھیری رات کی تاریکیوں کی طرح تاریک فتنے ہونگے۔ یعنی جس طرح تاریک رات میں انسان کو کچھ نظر نہیں آتا کہ کہاں جائے، راستہ کہاں ہے؟ اسی طرح ان فتنوں کے زمانے میں بھی یہ سمجھ میں نہیں آئے گا کہ انسان کیا کرے اور کیا نہ کرے؟ اور وہ فتنے تمہارے پورے معاشرے اور ماحول کو گھیرلیں گے، اور بظاہر تمہیں ان سے کوئی جائے پناہ نظر نہیں آئے گی۔ اور آپ نے فرمایا کہ ان فتنوں سے پناہ کی دعا بھی مانگا کرو اور یہ دعا کیا کرو:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾

اے اللہ! ہم آنے والے فتنوں سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ظاہری فتنوں سے بھی اور باطنی فتنوں سے بھی پناہ چاہتے ہیں۔ دونوں قسم کے فتنوں سے پناہ مانگا کرو۔ اور یہ دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کی دعاؤں میں شامل تھی۔

فتنہ کیا ہے؟

اب اس کو سمجھنا چاہئے کہ "فتنہ" کیا چیز ہے؟ کس کو "فتنہ" کہتے

ہیں؟ اور اس "فتنہ" کے دور میں ہمارے اور آپ کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اب یہ لفظ تو ہم صبح و شام استعمال کرتے ہیں کہ یہ بڑے فتنے کا دور ہے۔ قرآنِ کریم میں بھی "فتنہ" کا لفظ کئی بار آیا ہے، ایک جگہ فرمایا: وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ یعنی اللہ کے نزدیک فتنہ قتل سے بھی زیادہ شدید چیز ہے۔

"فتنہ" کے معنی اور مفہوم

"فتنہ" عربی زبان کا لفظ ہے، لغت میں اس کے معنی ہیں "سونے یا چاندی وغیرہ کو آگ پر پگھلا کر اس کا کھرا کھوٹا معلوم کرنا" آگ میں تپا کر اس کی حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ یہ خالص ہے یا نہیں؟ اسی وجہ سے اس لفظ کو آزمائش اور امتحان کے معنی میں بھی استعمال کیا جانے لگا، چنانچہ "فتنہ" کے دوسرے معنی ہوئے آزمائش، لہٰذا جب انسان پر کوئی تکلیف یا مصیبت یا پریشانی آئے اور اس کے نتیجے میں انسان کی اندرونی کیفیت کی آزمائش ہوجائے کہ وہ انسان ایسی حالت میں کیا طرزِ عمل اختیار کرتا ہے؟ آیا اس وقت صبر کرتا ہے یا واویلا کرتا ہے۔ فرمانبردار رہتا ہے یا نافرمان ہوجاتا ہے۔ اِس آزمائش کو بھی "فتنہ" کہا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں "فتنہ" کا لفظ

حدیث شریف میں "فتنہ" کا لفظ جس چیز کے لئے استعمال ہوا ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی وقت کوئی ایسی صورتِ حال پیدا ہوجائے جس میں حق مشتبہ ہوجائے اور حق و باطل میں امتیاز کرنا مشکل ہوجائے. صحیح اور غلط میں امتیاز باقی نہ رہے۔ یہ پتہ نہ چلے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے؟ جب یہ صورتِ حال پیدا ہوجائے تو یہ کہا جائے گا کہ یہ فتنے کا دور ہے۔ اسی طرح معاشرے کے اندر گناہ، فسق و فجور، نافرمانیاں عام ہوجائیں تو اس کو بھی "فتنہ" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جو چیز حق نہ ہو اس کو حق سمجھنا، اور جو چیز دلیل ثبوت نہ ہو اس کو دلیل ثبوت سمجھ لینا بھی ایک "فتنہ" ہے۔ جیسے آج کل صورتِ حال ہے کہ اگر کسی سے دین کی بات کہو کہ فلاں کام گناہ ہے۔ ناجائز ہے۔ بدعت ہے۔ جواب میں وہ شخص کہتا ہے کہ ارے! یہ کام تو سب کررہے ہیں، اگر یہ کام گناہ اور ناجائز ہے تو پھر ساری دنیا یہ کام کیوں کررہی ہے۔ یہ کام تو سعودی عرب میں بھی ہورہا ہے۔ آج کے دور میں یہ ایک نئی مستقل دلیل ایجاد ہوچکی ہے کہ ہم نے یہ کام سعودی عرب میں ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام سعودی عرب میں ہوتا ہو وہ یقینی طور پر حق اور درست ہے۔ یہ بھی ایک "فتنہ" ہے کہ جو چیز حق کی دلیل نہیں تھی اس کو دلیل سمجھ لیا

گیا ہے۔ اسی طرح شہر کے اندر بہت ساری جماعتیں کھڑی ہوگئیں۔ اور یہ پتہ نہیں چل رہا ہے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے۔ کون صحیح کہہ رہا ہے اور کون غلط کہہ رہا ہے۔ اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہوگیا، یہ بھی "فتنہ" ہے۔

دو جماعتوں کی لڑائی "فتنہ" ہے

اسی طرح جب دو مسلمان یا مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑپڑیں، اور ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار آجائیں، اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوجائیں، اور یہ پتہ چلانا مشکل ہوجائے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے۔ تو یہ بھی ایک "فتنہ" ہے۔ ایک حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿إِذَا الْتَقَا الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ كِلَاهُمَا فِي النَّارِ﴾

جب دو مسلمان تلواریں لے کر آپس میں لڑنے لگیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے، ایک صحابیؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قاتل کا جہنم میں جانا تو ٹھیک ہے۔ اس لئے کہ اس نے ایک مسلمان کو قتل کردیا۔ لیکن مقتول جہنم میں کیوں جائے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ

مقتول اس لئے جہنم میں جائے گا کہ وہ بھی اسی ارادے سے ہتھیار لے کر نکلا تھا کہ میں دوسرے کو قتل کردوں۔ اِس کا داؤ چل جاتا تو یہ قتل کردیتا۔ لیکن اُس کا داؤ چل گیا اِس لئے اُس نے قتل کردیا۔ ان میں سے کوئی بھی اللہ کے لئے نہیں لڑ رہا تھا۔ بلکہ دنیا کے لئے، دولت کے لئے، اور سیاسی مقاصد کے لئے لڑ رہے تھے۔ اور دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ لہٰذا دونوں جہنم میں جائیں گے۔

قتل وغارت گری "فتنہ" ہے

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ مِنْ وَرَآئِكُمْ أَيَّامًا يَرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْحَرَجُ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْحَرَجُ؟ قَالَ: الْقَتْلُ﴾

(ترمذی)

یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں "حرج" بہت زیادہ ہوجائے گا۔ صحابہ کرام ؓ نے پوچھا کہ یہ حرج کیا چیز ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا کہ قتل وغارت گری، یعنی اس زمانے میں قتل وغارت گری بے حد ہوجائے گی اور انسان کی جان مچھر مکھی سے زیادہ بے حقیقت ہوجائے گی۔ ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

﴿يَاتِيْ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَّا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ، وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِيْمَ قُتِلَ، فَقِيْلَ: كَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: الْهَرَجُ، الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ﴾ (صحیح مسلم)

یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں قاتل کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ میں نے کیوں قتل کیا۔ اور مقتول کو یہ پتہ نہیں ہوگا کہ میں کیوں قتل کیا گیا؟ آج کے زمانے کے موجودہ حالات پر نظر ڈال لو، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کو پڑھ لو۔ ایسا لگتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانے کو دیکھ کر یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ پہلے زمانے میں تو یہ ہوتا تھا کہ یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کس نے مارا، لیکن یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ یہ شخص کیوں مارا گیا، مثلاً مال چھیننے کی وجہ سے مارا گیا، ڈاکوؤں نے مار دیا، دشمنی کی وجہ سے مار دیا گیا، مارے جانے کے اسباب سامنے آجاتے تھے۔ لیکن آج یہ حال ہے کہ ایک شخص ہے، کسی سے نہ کچھ لینا نہ دینا۔ نہ کسی سیاسی جماعت سے تعلق۔ نہ کسی سے کوئی جھگڑا، بس بیٹھے بٹھائے مارا گیا۔ یہ ساری باتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صاف صاف بتا گئے۔

مکّہ مکرّمہ کے بارے میں حدیث

ایک حدیث جو حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ مکرّمہ کے بارے میں فرمایا:

﴿اذا دعیت کظائم۔ و ساوی ابنیتها رؤس الجبال۔ فعند ذلک ازف الامر﴾

آج سے چند سال پہلے تک اس حدیث کا صحیح مطلب لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ لیکن اب سمجھ میں آگیا۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب مکّہ مکرّمہ کا پیٹ چاک کردیا جائے گا۔ اور اس میں نہروں جیسے راستے نکال دیے جائیں گے۔ اور مکّہ مکرّمہ کی عمارتیں اس کے پہاڑوں سے زیادہ بلند ہوجائیں گی، جب یہ چیزیں نظر آئیں گی تو سمجھ لو کہ فتنے کا وقت قریب آگیا۔

مکّہ مکرّمہ کا پیٹ چاک ہونا

یہ حدیث چودہ سو سال سے حدیث کی کتابوں میں لکھی چلی آرہی ہے، اور اس حدیث کی تشریح کرتے وقت شرّاحِ حدیث حیران تھے کہ مکّہ مکرّمہ کا پیٹ کس طرح چاک ہوگا؟ اور نہروں جیسے راستے بننے کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ اس کا تصور کرنا مشکل تھا۔ لیکن آج

کے مکّہ مکّرمہ کو دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آج کے مکّہ مکّرمہ کو دیکھ کر یہ باتیں ارشاد فرمائی تھیں۔ آج مکّہ مکّرمہ کو چاک کرکے اس میں بے شمار سرنگیں نکال دی گئی ہیں۔ آج سے پہلے شرّاحِ حدیث فرماتے تھے کہ اس وقت تو یہ مکّہ مکّرمہ کا علاقہ خشک اور سنگلاخ پہاڑی علاقہ ہے، لیکن آئندہ کسی زمانے میں اللہ تعالیٰ اس میں نہریں اور ندیاں جاری کردیں گے۔ لیکن آج ان سرنگوں کو دیکھ کر یہ نظر آرہا ہے کہ کس طرح مکّہ مکّرمہ کا پیٹ چاک کردیا گیا۔

عمارتوں کا پہاڑوں سے بُلند ہونا

دوسرا جملہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جب اس کی عمارتیں پہاڑوں سے بھی بُلند ہوجائیں گی۔ آج سے چند سال پہلے تک کسی کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ مکّہ مکّرمہ میں پہاڑوں سے بھی زیادہ بُلند عمارتیں بن جائیں گی۔ کیونکہ سارا مکّہ پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ لیکن آج مکّہ مکّرمہ میں جاکر دیکھ لیں کہ کس طرح پہاڑوں سے بُلند عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ سلم نے چودہ سو سال پہلے آج کے حالات گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بیان فرمادیئے تھے، اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ وحی اور علم کے ذریعہ

یہ ساری باتیں روزِ روشن کی طرح آشکار کردی گئی تھیں، آپ نے ایک ایک چیز کھول کر بیان فرمادی کہ آئندہ زمانے میں کیا ہونے والا ہے۔ اور آپ نے یہ بتایا کہ اس زمانے میں مسلمانوں کو کیا کیا مشکلات اور فتنے پیش آنے ولے ہیں۔ اور ساتھ میں یہ بھی بتادیا کہ اس وقت میں ایک مسلمان کو کیا راہِ عمل اختیار کرنا چاہئے؟

موجودہ دور حدیث کی روشنی میں

جن احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ آنے والے فتنوں کی نشان دہی فرمائی ہے۔ ہر مسلمان کو وہ احادیث یاد رکھنی چاہئیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہم نے ایک کتاب "عصرِ حاضر حدیث کے آئینے میں" کے نام سے تحریر فرمائی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے فتنوں سے متعلق تمام احادیث کو جمع کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اس میں ایک حدیث ایسی لائے ہیں جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کے دور کی ۷۲ باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان کو آپ سنتے جائیں اور اپنے گردو پیش کا جائزہ لیتے جائیں کہ یہ سب باتیں ہمارے موجودہ ماحول پر کس طرح صادق آرہی ہیں:

فتنہ کی ۷۲ نشانیاں

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب ۷۲ باتیں پیش آئیں گی۔

(۱) لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں گے۔ یعنی نمازوں کا اہتمام رخصت ہو جائے گا۔ یہ بات اگر اِس زمانے میں کہی جائے تو کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں سمجھی جائے گی۔ اس لئے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہے جو نماز کی پابند نہیں ہے۔ العیاذ باللہ۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب نماز کو کفر اور ایمان کے درمیان حدِ فاصل قرار دیا گیا تھا۔ اس زمانے میں مؤمن کتنا ہی بُرے سے بُرا ہو۔ فاسق فاجر ہو۔ بدکار ہو، لیکن نماز نہیں چھوڑتا تھا۔ اس زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں گے۔

(۲) امانت ضائع کرنے لگیں گے۔ یعنی جو امانت ان کے پاس رکھی جائیں گی، اس میں خیانت کرنے لگیں گے۔

(۳) سُود کھانے لگیں گے۔

(۴) جھوٹ کو حلال سمجھنے لگیں گے۔ یعنی جھوٹ ایک فن اور ہنر بن جائے گا۔

(۵) معمولی معمولی باتوں پر خونریزی کرنے لگیں گے۔ ذرا سی بات پر دوسرے کی جان لے لیں گے۔

(۶) اونچی اونچی بلڈنگیں بنائیں گے۔

(۷) دین بیچ کر دنیا جمع کریں گے۔

(۸) قطع رحمی، یعنی رشتہ داروں سے بدسلوکی ہوگی۔

(۹) انصاف نایاب ہوجائے گا۔

(۱۰) جھوٹ سچ بن جائے گا۔

(۱۱) لباس ریشم کا پہنا جائے گا۔

(۱۲) ظلم عام ہوجائے گا۔

(۱۳) طلاقوں کی کثرت ہوگی۔

(۱۴) ناگہانی موت عام ہوجائے گی۔ یعنی ایسی موت عام ہوجائے گی جس کا پہلے سے پتہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اچانک پتہ چلے گا کہ فلاں شخص ابھی زندہ ٹھیک ٹھاک تھا اور اب مرگیا۔

(۱۵) خیانت کرنے والے کو امین سمجھا جائے گا۔

(۱۶) امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا۔ یعنی امانت دار پر تہمت لگائی جائے گی کہ یہ خائن ہے۔

(۱۷) جھوٹے کو سچّا سمجھا جائے گا۔

(۱۸) سچے کو جھوٹا کہا جائے گا۔

(۱۹) تہمت درازی عام ہوجائے گی۔ یعنی لوگ ایک دوسرے پر جھوٹی

تہمتیں لگائیں گے۔

(۲۰) بارش کے باوجود گرمی ہوگی۔

(۲۱) لوگ اولاد کی خواہش کرنے کے بجائے اولاد سے کراہیت کریں گے۔ یعنی جس طرح لوگ اولاد ہونے کی دعائیں کرتے ہیں، اس کے بجائے لوگ یہ دعائیں کریں گے کہ اولاد نہ ہو۔ چنانچہ آج دیکھ لیں کہ خاندانی منصوبہ بندی ہورہی ہے۔ اور یہ نعرہ لگارہے ہیں کہ بچے دو ہی اچھے۔

(۲۲) کمینوں کے ٹھاٹھ ہونگے۔ یعنی کمینے لوگ بڑے ٹھاٹھ سے عیش و عشرت کے ساتھ زندگی گزاریں گے۔

(۲۳) شریفوں کا ناک میں دم آجائے گا۔ یعنی شریف لوگ شرافت کو لے کر بیٹھیں گے تو دنیا سے کٹ جائیں گے۔

(۲۴) امیر اور وزیر جھوٹ کے عادی بن جائیں گے۔ یعنی سربراہِ حکومت اور اس کے اعوان و انصار اور وزراء جھوٹ کے عادی بن جائیں گے، اور صبح شام جھوٹ بولیں گے۔

(۲۵) امین خیانت کرنے لگیں گے۔

(۲۶) سردار ظلم پیشہ ہونگے۔

(۲۷) عالم اور قاری بدکار ہونگے۔ یعنی عالم بھی ہیں اور قرآنِ کریم کی تلاوت بھی کررہے ہیں، مگر بدکار ہیں۔ العیاذ باللہ

(۲۸) لوگ جانوروں کی کھالوں کا لباس پہنیں گے۔

(۲۹) مگر ان کے دل مردار سے زیادہ بدبو دار ہونگے۔ یعنی لوگ جانوروں کی کھالوں سے بنے ہوئے اعلیٰ درجے کے لباس پہنیں گے۔ لیکن ان کے دل مردار سے زیادہ بدبو دار ہوں گے۔

(۳۰) اور ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوں گے۔

(۳۱) سونا عام ہو جائے گا۔

(۳۲) چاندی کی مانگ ہوگی۔

(۳۳) گناہ زیادہ ہو جائیں گے۔

(۳۴) امن کم ہو جائے گا۔

(۳۵) قرآنِ کریم کے نسخوں کو آراستہ کیا جائے گا اور اس پر نقش و نگار بنایا جائے گا۔

(۳۶) مسجدوں میں نقش و نگار کیے جائیں گے۔

(۳۷) اونچے اونچے مینار بنیں گے۔

(۳۸) لیکن دل ویران ہوں گے۔

(۳۹) شرابیں پی جائیں گی۔

(۴۰) شرعی سزاؤں کو معطّل کردیا جائے گا۔

(۴۱) لونڈی اپنے آقا کو جنے گی۔ یعنی بیٹی ماں پر حکمرانی کرے گی۔ اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے گی جیسے آقا اپنی کنیز کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔

(۴۲) جو لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، غیر مہذب ہونگے وہ بادشاہ بن

جائیں گے۔ کمینے اور نیچ ذات کے لوگ جو نسبی اور اخلاق کے اعتبار سے کمینے اور نیچے درجے کے سمجھے جاتے ہیں، وہ سربراہ بن کر حکومت کریں گے۔

(۴۳) تجارت میں عورت مرد کے ساتھ شرکت کرے گی۔ جیسے آج کل ہو رہا ہے کہ عورتیں زندگی کے ہر کام میں مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

(۴۴) مرد عورتوں کی نقالی کریں گے۔

(۴۵) عورتیں مردوں کی نقالی کریں گی۔

یعنی مرد عورتوں جیسا حُلیہ بنائیں گے اور عورتیں مردوں جیسا حُلیہ بنائیں گی۔ آج دیکھ لیں کہ نئے فیشن نے یہ حالت کردی ہے کہ دور سے دیکھو تو پتہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت ہے۔

(۴۶) غیر اللہ کی قسمیں کھائی جائیں گی۔ یعنی قسم تو صرف اللہ کی یا اللہ کی صفت کی اور قرآن کی کھانا جائز ہے۔ دوسری چیزوں کی قسم کھانا حرام ہے۔ لیکن اس وقت لوگ اور چیزوں کی قسم کھائیں گے۔ مثلاً تیرے سر کی قسم وغیرہ۔

(۴۷) مسلمان بھی بغیر کہے جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہو گا۔ لفظ "بھی" کے ذریعہ یہ بتادیا کہ اور لوگ تو یہ کام کرتے ہی ہیں، لیکن اس وقت مسلمان بھی جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہو جائیں گے۔

(۴۸) صرف جان پہچان کے لوگوں کو سلام کیا جائے گا۔ مطلب یہ

ہے کہ اگر راستے میں کہیں سے گزر رہے ہیں تو ان لوگوں کو سلام نہیں کیا جائے گا جن سے جان پہچان نہیں ہے، اگر جان پہچان ہے تو سلام کرلیں گے۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ جس کو تم جانتے ہو، اس کو بھی سلام کرو۔ اور جس کو تم نہیں جانتے، اس کو بھی سلام کرو۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ راستے میں اِکا دُکا آدمی گزر رہے ہوں تو اس وقت سب آنے جانے والوں کو سلام کرنا چاہئے۔ لیکن اگر آنے جانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہو، اور سلام کی وجہ سے اپنے کام میں خلل آنے کا اندیشہ ہو تو پھر سلام نہ کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اِکا دُکا آدمی گزر رہے ہوں گے تب بھی سلام نہیں کریں گے اور سلام کا رواج ختم ہوجائے گا۔

(۴۹) غیر دین کے لئے شرعی علم پڑھا جائے گا۔ یعنی شرعی علم دین کے لئے نہیں، بلکہ دنیا کے لئے پڑھا جائے گا۔ العیاذ باللہ۔ اور مقصد یہ ہوگا کہ اس کے ذریعہ ہمیں ڈگری مل جائے گی، ملازمت مل جائے گی، پیسے مل جائیں گے، عزت اور شہرت حاصل ہوجائے گی۔ ان مقاصد کے لئے دین کا علم پڑھا جائے گا۔

(۵۰) آخرت کے کام سے دنیا کمائی جائے گی۔

(۵۱) مالِ غنیمت کو ذاتی جاگیر سمجھ لیا جائے گا۔ مالِ غنیمت سے مراد

قومی خزانہ ہے۔ یعنی قومی خزانہ کو ذاتی جاگیر اور ذاتی دولت سمجھ کر معاملہ کریں گے۔

(۵۲) امانت کو لوٹ کر مال سمجھا جائے گا۔ یعنی اگر کسی نے امانت رکھوادی تو سمجھیں گے کہ یہ لوٹ کا مال حاصل ہوگیا۔

(۵۳) زکوٰۃ کو جُرمانہ سمجھا جائے گا۔

(۵۴) سب سے رذیل آدمی قوم کا لیڈر اور قائد بن جائے گا۔ یعنی قوم میں جو شخص سب سے زیادہ رذیل اور بدخصلت انسان ہوگا، اس کو قوم کے لوگ اپنا قائد، اپنا ہیرو اور اپنا سربراہ بنالیں گے۔

(۵۵) آدمی اپنے باپ کی نافرمانی کرے گا۔

(۵۶) آدمی اپنی ماں سے بدسلوکی کرے گا۔

(۵۷) دوست کو نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کرے گا۔

(۵۸) بیوی کی اطاعت کرے گا۔

(۵۹) بدکاروں کی آوازیں مسجدوں میں بُلند ہوں گی۔

(۶۰) گانے والی عورتوں کی تعظیم و تکریم کی جائے گی۔ یعنی جو عورتیں گانے بجانے کا پیشہ کرنے والی ہیں، اِن کی تعظیم اور تکریم کی جائے گی اور ان کو بُلند مرتبہ دیا جائے گا۔

(۶۱) گانے بجانے کے اور موسیقی کے آلات کو سنبھال کر رکھا جائے گا۔

(۶۲) سرراہ شرابیں پی جائیں گی۔

(۶۳) ظلم کو فخر سمجھا جائے گا۔

(۶۴) انصاف بکنے لگے گا۔ یعنی عدالتوں میں انصاف فروخت ہوگا۔ لوگ پیسے دے کر اس کو خریدیں گے۔

(۶۵) پولیس والوں کی کثرت ہو جائے گی۔

(۶۶) قرآنِ کریم کو نغمہ سرائی کا ذریعہ بنالیا جائے گا۔ یعنی موسیقی کے بدلے میں قرآن کی تلاوت کی جائے گی، تاکہ اس کے ذریعہ ترنم کا حظ اور مزہ حاصل ہو۔ اور قرآن کی دعوت اور اس کو سمجھنے یا اس کے ذریعہ اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے تلاوت نہیں کی جائے گی۔

(۶۷) درندوں کی کھال استعمال کی جائے گی۔

(۶۸) امت کے آخری لوگ اپنے سے پہلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے۔ یعنی ان پر تنقید کریں گے اور ان پر اعتماد نہیں کریں گے، اور تنقید کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ انہوں نے یہ بات غلط کہی۔ اور یہ غلط طریقہ اختیار کیا۔ چنانچہ آج بہت بڑی مخلوق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیاں کر رہی ہے، بہت سے لوگ ان ائمہ دین کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں جن کے ذریعہ یہ دین ہم تک پہنچا، اور ان کو بے وقوف بتا رہے ہیں کہ وہ لوگ قرآن و حدیث کو نہیں سمجھے، دین کو نہیں سمجھے۔ آج ہم نے دین کو صحیح سمجھا ہے۔

پھر فرمایا کہ جب یہ علامات ظاہر ہوں تو اس وقت اس کا انتظار کرو کہ

(۶۹) یا تو تم پر سرخ آندھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجائے۔

(۷۰) یا زلزلے آجائیں۔

(۷۱) یا لوگوں کی صورتیں بدل جائیں۔

(۷۲) یا آسمان سے پتھر برسیں۔ یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اور عذاب آجائے۔ العیاذ باللہ۔ اب آپ ان علامات میں ذرا غور کر کے دیکھیں کہ یہ سب علامات ایک ایک کر کے کس طرح ہمارے معاشرے پر صادق آرہی ہیں۔ اور اِس وقت جو عذاب ہم پر مسلّط ہے وہ در حقیقت انہی بد اعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ (در منثور صفحہ ۵۲ جلد ۶)

مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا

ایک اور حدیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب میری امت میں پندرہ کام عام ہو جائیں گے تو اِن پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ پندرہ کام کون سے ہیں؟ جواب میں آپ نے فرمایا:

قومی خزانے کے چور کون کون

(۱) جب سرکاری خزانے کو لوٹ کا مال سمجھا جانے لگے۔ دیکھ لیجئے کہ آج کس طرح قومی خزانے کو لوٹا جارہا ہے، اور پھر یہ صرف حکمرانوں کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ جب حکمراں لوٹتے ہیں تو عوام میں سے جس کا بھی داؤ چل جائے وہ بھی لوٹتا ہے۔ چنانچہ بہت سے کام ایسے ہیں جس میں ہم اور آپ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس کام کی وجہ سے ہماری طرف سے قومی خزانے پر لوٹ ہورہی ہے۔ مثلاً بجلی کی چوری ہے کہ کہیں سے خلاف قانون کنکشن لے لیا اور اس کو استعمال کرنا شروع کردیا، یہ قومی خزانے کی چوری ہے۔ یا مثلاً ٹیلیفون ایکسچینج والے سے دوستی کرلی، اور اب اس کے ذریعہ لمبی لمبی کالیں مفت کی جارہی ہیں۔ یہ بھی قومی خزانے کی چوری ہے۔ یا مثلاً ریل کے ذریعہ بلا ٹکٹ سفر کرلیا۔ یہ بھی قومی خزانے کی چوری ہے۔ یا مثلاً ریل میں اونچے درجے میں سفر کرلیا، جبکہ ٹکٹ نیچے درجہ کا خریدا ہے۔ یہ بھی قومی خزانے کی چوری ہے۔

یہ خطرناک چوری ہے

اور یہ قومی خزانے کی چوری عام چوری سے بہت زیادہ خطرناک ہے۔ اس لئے کہ اگر انسان کسی کے گھر پر چوری کرلے اور بعد میں

اس کی تلافی کرنا چاہے تو اس کی تلافی کرنا آسان ہے کہ جتنی رقم چوری کی ہے اتنی رقم اس کو لے جاکر واپس کردے، یا اس سے جاکر معاف کرالے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی، مجھے معاف کردینا، اور اس نے معاف کردیا تو انشاء اللہ معاف ہوجائے گا۔ لیکن قومی خزانے کے اندر لاکھوں انسانوں کا حصّہ ہے۔ اور ہر انسان کی اس میں ملکیت ہے۔ اگر اس مال کو چوری کرلیا یا زیادتی کرلی تو اب کس کس انسان سے معاف کراؤ گے؟ اور جب تک ان لاکھوں حق داروں سے معاف نہیں کراؤ گے اس وقت تک معافی نہیں ہوگی۔ اس لئے عام مال کی چوری کی معافی آسان ہے۔ لیکن قومی خزانے کی چوری کے بعد اس کی معافی بہت مشکل ہے۔ العیاذ باللہ۔

(۲) جب امانت کو لوگ لوٹ کا مال سمجھنے لگیں، اور اس میں خیانت کرنے لگیں۔

(۳) اور جب لوگ زکوٰۃ کو تاوان اور جُرمانہ سمجھنے لگیں۔

(۴) آدمی بیوی کی اطاعت کرے۔ اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے۔ یعنی آدمی بیوی کی خوشنودی کی خاطر ماں کی نافرمانی کرے۔ مثلاً بیوی ایک ایسے غلط کام کو کرنے کے لئے کہہ رہی ہے جس میں ماں کی نافرمانی ہورہی ہے تو وہ شخص ماں کی حُرمت کو نظرانداز کردیتا ہے اور بیوی کو راضی کرنے کے لئے وہ کام کرلیتا ہے۔

(۵) اور آدمی دوست کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اور باپ کے

ساتھ بُرا سلوک کرے گا، یعنی دوست کے ساتھ دوستی کا لحاظ کرے گا، لیکن باپ کے ساتھ سختی اور بدسلوکی کا معاملہ کرے گا۔

مساجد میں آوازوں کی بُلندی

(۶) مسجدوں میں آوازیں بُلند ہوں گی۔ مسجدیں تو اس لئے وضع کی گئی ہیں کہ اس میں اللہ کا ذکر کیا جائے، اور اللہ کی عبادت اور ذکر کرنے والوں کے ذکر اور عبادت میں کوئی خلل نہ ڈالا جائے۔ لیکن لوگ مسجدوں میں آوازیں بُلند کرکے خلل ڈالیں گے، چنانچہ آج کل الحمد للہ مسجدوں میں نکاح کرنے کا رواج تو ہوگیا ہے، جو اچھا رواج ہے، لیکن نکاح کے موقع پر مسجد کی حُرمت کا لحاظ نہیں کیا جاتا، اور اس وقت شور کیا جاتا ہے، آوازیں بُلند کی جاتی ہیں، جو ایک گناہِ بے لذّت ہے۔ اس لئے کہ بعض گناہ وہ ہوتے ہیں جس کے کرنے میں کچھ لذّت اور مزہ بھی آتا ہے لیکن یہ گناہ ایسا ہے کہ جس کے کرنے میں کوئی لذّت اور مزہ نہیں ہے بلکہ مسجد میں آواز بُلند کرکے بلاوجہ اپنے سر گناہ لے لیا۔

(۷) قوم کا لیڈر ان کا ذلیل ترین آدمی ہوگا۔

(۸) آدمی کی عزت اس کے شر کے خوف سے کی جانے لگے کہ اگر اس کی عزت نہیں کروں گا تو یہ مجھے کسی نہ کسی مصیبت میں پھنسا دے گا۔

⑨ اور شرابیں پی جانے لگیں گی۔

⑩ ریشم پہنا جائے گا۔

گھروں میں گانے والی عورتیں

⑪ گانے بجانے والی عورتیں رکھی جائیں گی۔ اور موسیقی کے آلات سنبھال کے رکھے جائیں گے۔ یہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں جب اِن باتوں کا تصوّر بھی نہیں تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لفظ استعمال فرمایا وہ یہ کہ گانے بجانے والی عورتیں رکھنے لگیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہر شخص گانے بجانے والی عورتیں تو اپنے پاس کیسے رکھ سکتا ہے اس لئے کہ ہر شخص کے اندر اتنی استطاعت کہاں کہ وہ گانے بجانے والی عورت کو اپنے پاس رکھے۔ اور جب چاہے اس سے گانے سنے۔ لیکن ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، ٹی وی اور وی سی آر نے اس مسئلہ کو آسان کردیا۔ اب ہر شخص کے گھر میں ریڈیو اور ٹی وی موجود ہے۔ ویڈیو کیسٹ موجود ہے۔ جب چاہے گانا سنے اور گانے والی عورت کو دیکھ لے۔

اسی طرح گانے بجانے کے آلات ہر شخص اپنے پاس نہیں رکھتا، لیکن آج کے ریڈیو، ٹی وی اور وی سی آر نے یہ باجے گھر گھر پہنچادیئے، اور اب آلاتِ موسیقی خرید کرلانے کی ضرورت نہیں۔

بس ٹی وی آن کردو تو آلاتِ موسیقی کے تمام مقاصد اس کے ذریعہ تمہیں حاصل ہو جائیں گے۔

(۱۲) اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں۔ بہر حال، آپ نے فرمایا کہ جب یہ باتیں میری امت میں پیدا ہو جائیں گی تو ان پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔ العیاذ باللہ۔ اس حدیث میں بھی جتنی باتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں وہ سب باتیں آج ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔

شراب کو شربت کے نام سے پیا جائے گا

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت کے لوگ شراب کو شربت کہہ کر حلال کرنے لگیں۔ مثلاً شراب کو کہیں کہ یہ تو ایک شربت ہے، اس کے حرام ہونے کا کیا مطلب؟ چنانچہ آج لوگوں نے اس موضوع پر کتابیں اور مقالے لکھ دیئے کہ موجودہ شراب حرام نہیں ہے، اور قرآنِ کریم میں شراب کے لئے کہیں حرام کا لفظ نہیں آیا ہے، اس لئے شراب حرام نہیں۔ اور یہ جو بئر ہے یہ جو کا پانی ہے، اور جس طرح دوسرے شربت ہوتے ہیں یہ بھی ایک شربت ہے۔ اس طرح آج شراب کو حلال کرنے پر دلائل پیش کئے جارہے ہیں۔ یہ وہی بات ہے جس کی خبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال

پہلے دیدی تھی۔

سُود کو تجارت کا نام دیا جائے گا

اور جب میری امت کے لوگ سُود کو تجارت کہہ کر حلال کرنے لگیں کہ یہ سُود بھی ایک تجارت ہے۔ جیسے آج کل کہا جارہا ہے کہ یہ بینکوں میں جو سُود کا لین دین ہورہا ہے، یہ تجارت کی ہی ایک شکل ہے، اگر اس کو بند کردیا تو ہماری تجارت ختم ہوجائے گی۔

رشوت کو ہدیہ کا نام دیا جائے گا

اور جب میری امت کے لوگ رشوت کو ہدیہ کہہ کر حلال کرنے لگیں۔ مثلاً رشوت دینے والا یہ کہے کہ یہ ہم نے آپ کو ہدیہ دیا ہے، اور رشوت لینے والا رشوت کو ہدیہ کہہ کر اپنے پاس رکھ لے۔ حالانکہ حقیقت میں وہ رشوت ہے۔ چنانچہ آج کل یہ سب کچھ ہورہا ہے۔ اور زکوٰۃ کے مال کو مالِ تجارت بنالیں تو اس وقت اس امت کی ہلاکت کا وقت آجائے گا۔ العیاذ باللہ۔ یہ چاروں باتیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائیں، وہ ہمارے موجودہ دور پر پوری طرح صادق آرہی ہیں۔ (کنز العمال حدیث نمبر ۳۸۴۹۷)

کشنوں پر سوار ہو کر مسجد میں آنا

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری دور میں (فتنے کے زمانے میں) لوگ میاثر پر سوار ہو کر آئیں گے اور مسجد کے دروازوں پر اتریں گے۔ "میاثر" عربی زبان میں بڑے عالیشان ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں جو اس زمانے میں بہت شان و شوکت اور دبدبے والے لوگ اپنے گھوڑے کی زین پر ڈالا کرتے تھے اور بطور "کشن" کے استعمال کرتے تھے۔ گویا کہ آپ نے فرمایا کہ کشنوں پر سواری کر کے مسجد کے دروازوں پر اتریں گے۔ پہلے زمانے میں اس کا تصور مشکل تھا کہ لوگ کشنوں پر سواری کر کے کس طرح آکر مسجد کے دروازوں پر اتریں گے۔ لیکن اب کاریں ایجاد ہو گئیں تو دیکھیں کہ کس طرح لوگ کاروں میں سوار ہو کر آرہے ہیں اور مسجد کے دروازوں پر اتر رہے ہیں۔

عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی

آگے فرمایا کہ "ان کی عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی" پہلے زمانے میں اس کا تصور بھی مشکل تھا کہ لباس پہننے کے باوجود کس طرح ننگی ہوں گی، لیکن آج آنکھوں سے نظر آرہا ہے کہ لباس پہننے کے باوجود عورتیں کس طرح ننگی ہیں۔ اس لئے کہ یا تو وہ لباس

اتنا باریک ہے کہ جسم اس سے نظر آرہا ہے، یا وہ لباس اتنا مختصر اور چھوٹا ہے کہ لباس پہننے کے باوجود اعضاء پورے نہیں چھپے، یا وہ لباس اتنا چست ہے کہ اس کی وجہ سے سارے اعضاء نمایاں ہو رہے ہیں۔
(صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب النساء الکاسیات)

عورتوں کے بال اونٹ کے کوہان کی طرح

آگے فرمایا کہ ''ان عورتوں کے سروں پر اونٹوں کے کوہان جیسے بال ہوں گے'' یہ حدیث بھی اِن احادیث میں سے ہے کہ پچھلے علماء اس کی شرح کے وقت حیران ہوتے تھے کہ اونٹوں کے کوہان جیسے بال کیسے ہوں گے۔ اس لئے کہ اونٹوں کا کوہان تو اٹھا ہوا اونچا ہوتا ہے، بال کس طرح اونچے ہوجائیں گے۔ لیکن آج اس دور نے ناقابل تصور چیز کو حقیقت بناکر آنکھوں کے سامنے دکھادیا۔ اور موجودہ دور کی عورتوں کی جو تشبیہ آپ ؐ نے بیان فرمائی، اس سے بہتر تشبیہ کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی۔

یہ عورتیں ملعون ہیں

آگے فرمایا کہ ''ایسی عورتوں پر لعنت بھیجو، اس لئے کہ ایسی عورتیں ملعون ہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو ایک ایسی چیز بنایا ہے جو اپنے دائرے کے اندر محدود رہے۔ اور جب یہ عورت بے پردہ باہر

نکلتی ہے تو حدیث شریف میں ہے کہ شیطان اس کی تانک جھانک میں لگ جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ جب عورت خوشبو لگاکر بازاروں کے اندر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر لعنت ہوتی ہے۔ اور فرشتے ایسی عورت پر لعنت بھیجتے ہیں۔

لباس کا مقصد اصلی

لباس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ستر عورت حاصل ہوجائے۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے کہ:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا﴾

"یعنی ہم نے لباس اس لئے اتارا تاکہ وہ تمہارے ستر کو چھپائے اور زینت کا سامان ہو"۔

لہٰذا جو لباس ستر کو نہ چھپائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ لباس کا جو اصل مقصد تھا وہ فوت کردیا گیا۔ اور جب اصل مقصد فوت ہوگیا تو لباس پہننے کے باوجود وہ لباس پہننے والا برہنہ ہے۔ خدا کے لئے اس کا اہتمام کریں کہ لباس ہمارا درست ہو۔ آج کل اچھے خاصے دیندار، نمازی، پرہیز گار لوگوں کے اندر بھی اس کا اہتمام ختم ہوگیا ہے۔ لباس میں اس کی پرواہ نہیں کہ اس میں پردہ پورا ہورہا ہے یا نہیں؟

انہی چیزوں کا وبال آج ہم لوگ بھگت رہے ہیں۔ لہٰذا کم از کم اپنے گھرانوں میں اور اپنے خاندانوں میں اس کا اہتمام کرلیں کہ لباس شریعت کے مطابق ہو۔ اور اس میں پردہ کا لحاظ ہو، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کی وعید سے محفوظ ہو۔

دوسری قومیں مسلمانوں کو کھائیں گی

ایک حدیث میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں تمہیں کھانے کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دیں گی۔ جیسے لوگ دستر خوان پر بیٹھ کر دوسروں کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔ مثلاً دستر خوان بچھا ہوا ہے، اس پر کھانے چنے ہوئے ہیں۔ اس پر ایک آدمی بیٹھا ہے۔ اتنے میں دوسرا شخص آگیا تو پہلا اس سے کہتا ہے کہ آؤ کھانا تناول فرماؤ اور کھانے میں شریک ہوجاؤ۔ اسی طرح ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس وقت مسلمانوں کا دستر خوان بچھا ہوگا، اور مسلمان کی حیثیت ایسی ہوگی جیسے دستر خوان پر کھانا ہوتا ہے۔ اور بڑی بڑی قومیں اور طاقتیں مسلمانوں کو کھا رہی ہونگی۔ اور دوسری قوموں کو دعوت دے رہی ہوں گی کہ آؤ اور مسلمانوں کو کھاؤ۔ (ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام)

جن حضرات کو پچھلے سو سال کی تاریخ کا علم ہے یعنی پہلی جنگ عظیم سے لے کر آج تک غیر مسلم قوموں نے مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے، اور وہ کس طرح مسلمان ملکوں کو آپس میں تقسیم کرتی رہی ہیں کہ اچھا مصر تمہارا اور شام ہمارا، الجزائر تمہارا اور مراکش ہمارا، ہندوستان تمہارا اور برما ہمارا وغیرہ۔ گویا کہ آپس میں ایک دوسرے کی دعوت ہو رہی ہے کہ آؤ ان کو لے جاکر کھالو۔

(ابوداؤد)

مسلمان تنکوں کی طرح ہوں گے

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی حالت صحابہ کرامؓ کے سامنے بیان فرمائی تو کسی صحابیؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس وقت ہماری تعداد بہت کم رہ جائے گی جس کی وجہ سے دوسرے لوگ مسلمانوں کو کھانے لگیں گے اور دوسروں کو بھی کھانے کی دعوت دینے لگیں گے؟ جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، اس وقت تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی۔ چنانچہ آج مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے زیادہ ہے۔ گویا کہ دنیا کی ایک تہائی آبادی مسلمانوں کی ہے۔ لیکن تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے سیلاب میں بہتے ہوئے بے شمار تنکے ہوتے ہیں۔ یعنی جیسے ایک پانی کا سیلاب جارہا ہے اور اس میں بے

شمار تنکے گرے ہوئے ہیں جن کی کوئی گنتی نہیں ہو سکتی، لیکن وہ تنکے سیلاب میں بہے چلے جا رہے ہیں، ان تنکوں کی اپنی کوئی طاقت نہیں، اپنا کوئی فیصلہ نہیں، اپنا کوئی اختیار نہیں، پانی جہاں بہا کر لے جا رہا ہے وہاں جا رہے ہیں۔

مسلمان بُزدل ہو جائیں گے

آگے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب نکال لیں گے اور تمہارے دلوں میں کمزوری اور بُزدلی آجائے گی" ایک صحابیؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کمزوری اور بُزدلی کیا چیز ہے؟ گویا کہ صحابہ کرامؓ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی ہے کہ مسلمان اور بُزدل؟ مسلمان اور کمزور؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کمزوری یہ ہے کہ دنیا کی محبّت دل میں آجائے گی اور موت سے نفرت ہو جائے گی۔ اور موت کا مطلب ہے "اللہ تعالیٰ سے ملاقات" گویا کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے نفرت ہو جائے گی۔ اور اس وقت یہ فکر ہو گی کہ دنیا حاصل ہو۔ پیسہ حاصل ہو۔ شہرت اور عزّت حاصل ہو۔ چاہے حلال طریقے سے ہو یا حرام طریقے سے ہو۔

صحابۂ کرامؓ کی بہادری

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حال یہ تھا کہ ایک غزوہ میں ایک صحابیؓ اکیلے رہ گئے۔ سامنے سے تین چار کافر مسلح جنگجو پہلوان قسم کے آگئے، یہ صحابیؓ تنہا تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ان سے مقابلہ کرنا چاہا تو اتنے میں دوسرے صحابہ کرامؓ وہاں پہنچ گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ تم اکیلے ہو اور یہ زیادہ ہیں اور بڑے جنگجو اور پہلوان قسم کے لوگ بھی ہیں۔ اس لئے اس وقت بہتر یہ ہے کہ طرح دے جاؤ اور مقابلہ نہ کرو، اور ہمارے لشکر کے آنے کا انتظار کرلو۔ ان صحابیؓ نے بے ساختہ جواب دیا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم میرے اور جنت کے درمیان حائل ہونے کی کوشش مت کرنا، یہ بڑے بڑے پہلوان تو میرے جنت میں پہنچنے کا راستہ ہیں۔ اور تم مجھے لڑنے سے روک رہے ہو اور میرے اور جنت کے درمیان حائل ہو رہے ہو۔ صحابہ کرامؓ کا یہ حال تھا جس کی وجہ سے ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بزدلی کیا چیز ہے؟ اور کمزوری کیا چیز ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت ختم فرمادی تھی۔ اور ہر وقت آنکھوں سے آخرت کو دیکھ رہے تھے۔ جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کررہے تھے۔ اس وجہ سے مرنے سے نہیں ڈرتے تھے، بلکہ اس

بات کی خواہش کرتے تھے کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جائیں۔

ایک صحابیؓ کا شوقِ شہادت

ایک صحابیؓ ایک میدانِ جنگ میں پہنچے، دیکھا کہ سامنے کفار کا لشکر ہے۔ جو پورے اسلحے اور طاقت کے ساتھ حملہ آور ہوگا، اس لشکر کو دیکھ کر بے ساختہ زبان سے یہ شعر پڑھا

غَدًا نَلْقِی الْاَحِبَّهْ مُحَمَّدًا وَصَحْبَهٗ

واہ واہ کیا بہترین نظارہ ہے۔ کل کو ہم اپنے دوستوں سے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ملاقات کریں گے۔

ایک صحابیؓ کے تیر آکر لگا۔ سینے سے خون کا فوارہ اُبل پڑا، اس وقت بے ساختہ زبان سے یہ کلمہ نکلا:

﴿ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ﴾

"ربِ کعبہ کی قسم۔ آج میں کامیاب ہوگیا"۔

یہ حضرات ایمان اور یقین والے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنے والے تھے، دنیا کی محبت جن کو چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔

"فتنہ" کے دور کے لئے پہلا حکم

ایسی صورت میں ایک مسلمان کو کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہئے؟

کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا حکم یہ دیا کہ:

﴿تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ﴾

پہلا کام یہ کرو کہ جمہور مسلمان اور ان کے امام کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور جو لوگ بغاوت کر رہے ہیں ان سے کنارہ کشی اختیار کر لو اور ان کو چھوڑ دو۔ ایک صحابیؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مسلمانوں کی اکثریت والی جماعت اور امام نہ ہو تو پھر آدمی کیا کرے؟ یعنی آپ نے جو حکم دیا وہ تو اس وقت ہے جب مسلمانوں کی متفقہ جماعت موجود ہو۔ اِن کا ایک سربراہ ہو جس پر سب متفق ہوں۔ اور اس امام کی دیانت اور تقویٰ پر اعتماد ہو، تب تو اس کے ساتھ چلیں گے۔ لیکن اگر نہ جماعت ہو اور نہ متفقہ امام ہو تو اس صورت میں ہم کیا کریں؟ جواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی صورت میں ہر جماعت اور ہر پارٹی سے الگ ہو کر زندگی گزارو اور اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جاؤ۔ ٹاٹ جس سے بوریاں بنتی ہیں پہلے زمانے میں اس کو بطور فرش کے بچھایا جاتا تھا۔ آج کل اس کی جگہ قالین بچھائے جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرح گھر کا قالین اور فرش ہوتا ہے، جب ایک مرتبہ اس کو بچھا دیا تو اب بار بار

اس کو اس کی جگہ سے نہیں اٹھاتے، اسی طرح تم بھی اپنے گھروں کے ٹاٹ اور فرش بن جاؤ، اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلو، اور ان جماعتوں کے ساتھ شمولیت اختیار مت کرو۔ بلکہ ان سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ الگ ہو جاؤ۔ کسی کا ساتھ مت دو۔ اس سے زیادہ واضح بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

"فتنہ" کے دور کے لئے دوسرا حکم

ایک حدیث میں فرمایا کہ جس وقت تم لوگوں سے کنارہ کش ہو کر زندگی گزار رہے ہو، اس وقت اگر مسلمان آپس میں لڑ رہے ہوں۔ اور ان کے درمیان قتل و غارت گری ہو رہی ہو تو ان کو تماشہ کے طور پر بھی مت دیکھو۔ اِس لئے کہ جو شخص تماشہ کے طور پر اِن فتنوں کی طرف جھانک کر دیکھے گا وہ فتنہ اس کو بھی اپنی طرف کھینچ لے گا اور اچک لے گا۔ مَنِ اسْتَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْهُ اس لئے ایسے وقت میں تماشہ دیکھنے کے لئے بھی گھر سے باہر نہ نکلو اور اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔

"فتنہ" کے دور کے لئے تیسرا حکم

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فتنے ایسے ہوں گے کہ اس میں اَلْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِي، وَالْقَاعِدُ

فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ اس فتنے کے اندر کسی قسم کا حصّہ مت لو۔ اس فتنے کی طرف چلنا بھی خطرناک ہے۔ چلنے سے بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو جاؤ۔ اور کھڑا ہونا بھی خطرناک ہے، اس سے بہتر یہ ہے کہ بیٹھ جاؤ۔ اور بیٹھنا بھی خطرناک ہے، اس سے بہتر یہ ہے کہ لیٹ جاؤ۔ گویا کہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنی ذاتی زندگی کو درست کرنے کی فکر کرو۔ اور گھر سے باہر نکل کر اجتماعی مصیبت اور اجتماعی فتنے کو دعوت مت دو۔

فتنہ کے دور کا بہترین مال

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں آدمی کا سب سے بہتر مال اس کی بکریاں ہوں گی۔ جس کو وہ لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چلا جائے اور شہروں کی زندگی چھوڑ دے۔ اور ان بکریوں پر اکتفا کر کے اپنی زندگی بسر کرے۔ ایسا شخص سب سے زیادہ محفوظ ہوگا، کیونکہ شہروں میں اس کو ظاہری اور باطنی فتنے اچکنے کے لئے تیار ہوں گے۔

فتنہ کے دور کے لئے ایک اہم حکم

ان تمام احادیث کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتلانا

چاہتے ہیں کہ وہ وقت اجتماعی اور جماعتی کام کا نہیں ہو گا۔ کیونکہ جماعتیں سب کی سب غیر معتبر ہوں گی، کسی بھی جماعت پر بھروسہ کرنا مشکل ہوگا۔ حق اور باطل کا پتہ نہیں چلے گا۔ اس لئے ایسے وقت میں اپنی ذات کو ان فتنوں سے بچاکر اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگاکر کسی طرح اپنے ایمان کو قبر تک لے جاؤ۔ ان فتنوں سے بچاؤ کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔ جو آیت میں نے شروع میں تلاوت کی ہے، وہ بھی اسی سیاق میں آئی ہے۔ فرمایا کہ اے ایمان والو! اپنی ذات کی خبرلو۔ اپنے آپ کو درست کرنے کی فکر کرو۔ اگر تم ہدایت پر آگئے تو پھر جو لوگ گمراہی کی طرف جارہے ہیں ان کی گمراہی تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی اگر تم نے اپنی اصلاح کی فکر کرلی۔ روایت میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آیت تو بتارہی ہے کہ بس انسان صرف اپنی فکر کرے اور دوسرے کی فکر نہ کرے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص غلط راستے پر جارہا ہے تو اس کو جانے دے اور اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے، اسکو تبلیغ نہ کرے۔ جبکہ دوسری طرف یہ حکم آیا ہے کہ امر بالمعروف بھی کرنا چاہئے، اور نہی عن المنکر بھی کرنا چاہئے، اور دوسروں کو نیکی کی دعوت اور تبلیغ بھی کرنی چاہئے تو اِن دونوں میں کس طرح تطبیق دی جائے؟

فتنہ کے دور کی چار علامتیں

جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آیتیں بھی اپنی جگہ درست ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہئے اور دعوت و تبلیغ کرنی چاہئے لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس وقت انسان کے ذمے صرف اپنی اصلاح کی فکر باقی رہے گی۔ اور یہ وہ زمانہ ہوگا جس میں چار علامتیں ظاہر ہوجائیں۔

(۱) پہلی علامت یہ ہے کہ اس زمانے میں انسان اپنے مال کی محبت کے جذبے کے پیچھے لگا ہوا ہو۔ اور اپنے جذبۂ بخل کی اطاعت کررہا ہو۔ مال طلبی میں لگا ہوا ہو۔ صبح سے لے کر شام تک بس ذہن پر ایک ہی دُھن سوار ہو کہ جس طرح بھی ہو پیسے زیادہ آجائیں۔ دولت زیادہ ہوجائے۔ اور میری دنیا درست ہوجائے۔ اور ہر کام مال و دولت کی محبت میں کررہا ہو۔

(۲) دوسری علامت یہ ہے کہ لوگ ہر وقت خواہشاتِ نفس کی پیروی میں لگے ہوئے ہوں۔ جس طرف انسان کی خواہش اس کو لے جارہی ہو۔ وہ جارہا ہو۔ یہ نہ دیکھ رہا ہو کہ کام حلال ہے یا حرام ہے۔ اور نہ یہ دیکھ رہا ہو کہ یہ جنت کا راستہ ہے یا جہنم کا راستہ ہے۔ یہ اللہ کی رضامندی کا راستہ ہے یا ناراضگی کا راستہ ہے، ان سب چیزوں کو بھول کر اپنی خواہشاتِ نفس کے پیچھے دوڑا جارہا ہو۔ یہ دوسری

علامت ہے۔

(۳) تیسری علامت یہ ہے کہ جب دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جانی لگے۔ یعنی آخرت کی تو بالکل فکر نہ ہو۔ لیکن دنیا کی اتنی زیادہ فکر ہو کہ لاکھ سمجھایا جائے اور بتایا جائے کہ آخرت آنے والی ہے۔ ایک دن مرنا ہے۔ اور قبر میں جانا ہے۔ اللہ کے سامنے پیشی ہوگی۔ ساری باتیں سمجھانے کے جواب میں وہ کہے کہ کیا کریں زمانہ ہی ایسا ہے، ہمیں آخر اسی دنیا میں سب کے ساتھ رہنا ہے، اس لئے اس دنیا کی بھی فکر کرنی چاہئے۔ گویا کہ ساری نصیحتوں اور وعظوں کو ہوا ہی میں اڑا دے اور اسکی طرف کان نہ دھرے اور دنیا کمانے میں لگ جائے۔

(۴) چوتھی علامت یہ ہے کہ ہر انسان اپنی رائے پر گھمنڈ میں مبتلا ہو۔ دوسرے کی سننے کو تیار ہی نہ ہو۔ اور ہر انسان نے اپنا ایک موقف اختیار کر رکھا ہو۔ اور اسی میں اس طرح وہ مگن ہو کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہ درست ہے۔ اور جو بات دوسرا کہہ رہا ہے وہ غلط ہے۔ جیسے آج کل یہی منظر نظر آتا ہے کہ ہر انسان نے دین کے معاملے میں بھی اپنی ایک رائے متعین کرلی ہے کہ اس کے نزدیک کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے۔ کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے۔ حالانکہ ساری عمر میں کبھی ایک دن بھی قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے خرچ نہیں کیا۔ لیکن جب اس کے سامنے شریعت کا کوئی حکم بیان کیا جائے

تو فوراً یہ جواب دیتا ہے کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ فوراً اپنی رائے پیش کرنی شروع کردیتا ہے۔ اسی کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی رائے پر گھمنڈ میں مبتلا ہوگا۔

بہرحال، جس زمانے میں یہ چار علامتیں ظاہر ہوجائیں، یعنی جب مال کی مُحبّت کی اطاعت ہونے لگے۔ لوگ خواہشاتِ نفس کے پیچھے پڑجائیں۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جارہی ہو۔ اور ہر شخص اپنی رائے پر گھمنڈ میں مبتلا ہو۔ اس وقت اپنی ذات کو بچانے کی فکر کرو۔ اور عام لوگوں کی فکر چھوڑ دو کہ عام لوگ کہاں جارہے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک فتنہ ہے۔ اگر عام لوگوں کی فکر کے لئے باہر نکلو گے تو وہ عام لوگ تمہیں پکڑلیں گے۔ اور تمہیں بھی فتنے میں مبتلا کردیں گے، اس لئے اپنی ذات کی فکر کرو اور اپنے آپ کو اصلاح کے راستے پر لانے کی کوشش کرو۔ گھر سے باہر نہ نکلو۔ گھر کے دروازے بند کرلو۔ گھر کی ٹاٹ بن جاؤ، اور تماشہ دیکھنے کے لئے بھی گھر سے باہر مت جھانکو۔ فتنے کے زمانے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے۔

اِختلافات میں صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب صحابہ کرامؓ کا زمانہ

آیا۔ اور خلافت راشدہ کے آخری دور میں بڑے زبردست اختلافات حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان پیش آئے۔ اور جنگ تک نوبت پہنچ گئی۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان اِختلاف ہوا اور اس میں بھی جنگ کی نوبت پہنچی۔ ان اِختلاف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے زمانے میں ہی یہ سب کچھ دکھا دیا تاکہ آنے والی امت کے لئے صحابہ کرامؓ ہی کی زندگی سے رہنمائی کا ایک راستہ مل جائے کہ جب کبھی آئندہ اس قسم کے واقعات پیش آئیں تو کیا کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس زمانے میں وہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ جو یہ سمجھتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر ہیں، انہوں نے اس حدیث پر عمل کیا جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ:

﴿تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ﴾

"یعنی ایسے وقت میں جو مسلمانوں کی بڑی جماعت ہو اور اِس کا امام بھی ہو۔ اس کو لازم پکڑ لو"۔

اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیا اور یہ کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت امام

ہیں، ہم ان کا ساتھ دیں گے، اور وہ جیسا کہیں گے ہم ویسا ہی کریں گے۔ بعض صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برحق سمجھا کہ یہ اِمام ہیں اور ان کا ساتھ دینا شروع کردیا۔ صحابہ کرامؓ کا تیسرا فریق وہ تھا جنہوں نے یہ کہا کہ اس وقت ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ حق کیا ہے؟ اور باطل کیا ہے؟ اور ایسے موقع کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ تمام جماعتوں سے الگ ہوجائیں۔ چنانچہ انہوں نے نہ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیا اور نہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیا، بلکہ الگ ہوکر اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا طرزِ عمل

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ بڑے اونچے درجے کے صحابی اور فقیہ تھے۔ اس زمانے میں یہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے۔ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا کہ آپ یہ کیا کررہے ہیں کہ گھر میں بیٹھ گئے، باہر حق و باطل کا معرکہ ہورہا ہے، حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان لڑائی ہورہی ہے، اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دینا چاہئے، اس لئے کہ وہ برحق ہیں، تو آپ باہر کیوں نہیں نکلتے؟ جواب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہما نے فرمایا کہ میں نے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے کہ جب کبھی ایسا موقع آئے کہ مسلمان آپس میں ٹکرا جائیں اور حق و باطل کا پتہ نہ چلے تو اس وقت اپنے گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ جاؤ، اور اپنے گھر کا ٹاٹ بن جاؤ۔ اور اپنے کمان کی تانتیں توڑ ڈالو، یعنی ہتھیار توڑ ڈالو۔ چونکہ مجھے حق و باطل کا پتہ نہیں چل رہا ہے، اس لئے میں اپنے ہتھیار توڑ کر گھر کے اندر بیٹھ گیا ہوں اور اللہ اللہ کر رہا ہوں۔

اس شخص نے کہا کہ یہ آپ غلط کر رہے ہیں. اسلئے کہ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے کہ:

﴿قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾

"یعنی اس وقت تک جہاد کرو جب تک فتنہ باقی ہے۔ اور جب فتنہ ختم ہو جائے۔ اس وقت جہاد چھوڑ دینا"۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا کیا عجیب جواب اِرشاد فرمایا:

﴿قَاتَلْنَا حَتّٰى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ، وَقَاتَلْتُمْ حَتّٰى كَانَتِ الْفِتْنَةُ﴾

ہم نے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر قتال

کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فتنہ ختم فرما دیا تھا، اور اب تم نے قتال کیا تو فتنہ ختم نہیں کیا، بلکہ فتنہ کو اور بڑھا دیا اور اسے جگا دیا۔ اس لئے میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے گھر میں بیٹھا ہوں۔

حالت امن اور حالت فتنہ میں ہمارے لئے طرزِ عمل

اسی بارے میں ایک محدث کا ایک قول میری نظر سے گزرا، جب میں نے اِس کو پڑھا تو مجھے وجد آگیا۔ وہ قول یہ ہے:

﴿اِقْتَدُوْا بِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِی الْاَمْنِ وَبِابْنِہٖ فِی الْفِتْنَۃِ﴾

"یعنی جب امن کی حالت ہو تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرو۔ اور جب فتنہ کی حالت ہو تو ان کے بیٹے یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتدا کرو"۔

یعنی امن کی حالت میں یہ دیکھو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا طرزِ عمل تھا۔ ان کی اقتدا کرتے ہوئے وہ طرزِ عمل تم بھی اختیار کرو۔ اور فتنہ کی حالت میں یہ دیکھو کہ ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔ وہ یہ کہ

تلوار توڑ کر گھر کے اندر الگ ہو کر بیٹھ گئے۔ اور کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ تم بھی فتنہ کی حالت میں ان کی اتباع کرو۔

اختلافات کے باوجود آپس کے تعلّقات

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ ہی کے دور میں یہ سارے منظر دکھا دیئے، چنانچہ جن صحابہ کرامؓ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق پر سمجھا، انہوں نے ان کا ساتھ دیا۔ اور جنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق پر سمجھا، انہوں نے ان کا ساتھ دیا۔ لیکن ساتھ دینے کے باوجود یہ عجیب منظر دنیا کی آنکھوں نے دیکھا کہ ایسا منظر دنیا نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ یہ کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار بھی ہیں۔ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے لوگ اس کے جنازے میں آکر شریک ہوتے، اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں کسی کا انتقال ہو جاتا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے لوگ اس کے جنازے میں شریک ہوتے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ یہ لڑائی در حقیقت نفسانیت کی بنیاد پر نہیں تھی، یہ لڑائی جاہ اور مال کے حصول کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ لڑائی کی وجہ یہ تھی کہ اللہ کے حکم کا ایک مطلب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

سمجھا تھا، یہ اس پر عمل کر رہے تھے۔ اور حکم کا ایک مطلب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا تھا، وہ اس پر عمل کر رہے تھے، اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر اللہ کے حکم کی تعمیل میں مشغول تھے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضؓ کا طرزِ عمل

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پڑھنے پڑھانے والے صحابیؓ تھے۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مولوی قسم کے صحابیؓ تھے۔ اور ہر وقت پڑھنے پڑھانے کے مشغلے میں رہتے تھے، ان کا طرزِ عمل یہ تھا کہ یہ دونوں لشکروں میں دونوں کے پاس جایا کرتے تھے، کسی ایک کا ساتھ نہیں دیتے تھے، جب نماز کا وقت آتا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں جاکر ان کے پیچھے نماز پڑھتے، اور جب کھانے کا وقت آتا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں جاکر ان کے ساتھ کھانا کھاتے۔ کسی نے ان سے سوال کیا کہ حضرت: آپ نماز تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پڑھتے ہیں، اور کھانا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کھاتے ہیں۔ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ جواب میں فرمایا کہ نماز وہاں اچھی ہوتی ہے اور کھانا وہاں اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے نماز کے وقت وہاں اور کھانے کے وقت وہاں چلا جاتا ہوں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ہمیں آپس کے اختلافات کرنے کا سلیقہ بھی سکھا دیا۔

حضرت امیر معاویہؓ کا قیصر روم کو جواب

اسی لڑائی کے عین دوران جب ایک دوسرے کی فوجیں آمنے سامنے ایک دوسرے کے خلاف کھڑی ہیں۔ اس وقت قیصر روم کا یہ پیغام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہارے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے، اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں سے قصاص نہیں لے رہے ہیں۔ اگر تم چاہو تو میں تمہاری مدد کے لئے بہت بڑا لشکر بھیج دوں تاکہ تم ان سے مقابلہ کرو۔ اس پیغام کا جو فوری جواب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھ کر بھیجا۔ وہ یہ تھا کہ:

> ”اے نصرانی بادشاہ! تو یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے آپس کے اختلاف کے نتیجے میں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ آور ہوگا؟ یاد رکھ! اگر تو نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بُری نگاہ ڈالنے کی جرأت کی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے نمودار ہونے والا پہلا شخص جو تیری گردن اتارے گا وہ معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوگا“۔

تمام صحابہ کرامؓ ہمارے لئے معزّز اور مکرّم ہیں

آج کل لوگ حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں کیسی کیسی زبان درازیاں کرتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ کی شان اور مرتبے کو سمجھنا کوئی آسان کام نہیں ہے، ان کے مدارک اور جذبے کو ہم نہیں پہنچ سکتے، آج ہم ان کی لڑائیوں کو اپنی لڑائیوں پر قیاس کرنا شروع کردیتے ہیں کہ جس طرح ہمارے درمیان لڑائی ہوتی ہے، اسی طرح ان کے درمیان بھی لڑائی ہوئی۔ حالانکہ ان کی ساری لڑائیاں اور سارے اختلافات کے ذریعہ درحقیقت اللہ تعالیٰ آئندہ امت کے لئے رہنمائی کا راستہ پیدا کررہے تھے کہ آئندہ زمانے میں جب کبھی ایسے حالات پیدا ہوجائیں تو امت کے لئے راستہ کیا ہے؟ چاہے وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں، یا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں، یا الگ بیٹھنے والے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہوں۔ ان میں سے ہر ایک نے ہمارے لئے ایک اسوۂ حسنہ چھوڑا ہے۔ اس لئے ان لوگوں کے دھوکے میں کبھی مت آنا جو صحابہ کرامؓ کے ان باہمی اختلافات کی بنیاد پر کسی ایک صحابیؓ کی شان میں گستاخی یا زبان درازی کرتے ہیں۔ ارے ان کے مقام تک آج کوئی پہنچ نہیں سکتا۔

حضرت امیر معاویہؓ کی للّٰہیت اور خلوص

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چونکہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنادیا تھا، جس کی وجہ سے ان کے بارے میں لوگ بہت سی باتیں کرتے ہیں۔ حالانکہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے خطبے میں عین جمعہ کے وقت منبر پر کھڑے ہو کر یہ دعا کی کہ یا اللہ! میں نے اپنے بیٹے یزید کو جو اپنا ولی عہد بنایا ہے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کو ولی عہد بناتے وقت میرے ذہن میں سوائے امت محمدیہ کی فلاح کے کوئی اور بات نہیں تھی۔ اور اگر میرے ذہن میں کوئی بات ہو تو میں یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! قبل اِس کے کہ میرا یہ حکم نافذ ہو، آپ اس کی روح قبض کرلیں۔ دیکھئے! کوئی باپ اپنے بیٹے کے لئے ایسی دعا نہیں کیا کرتا، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا فرمائی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ کیا وہ خلوص کے ساتھ کیا۔ انسان سے غلطی ہو سکتی ہے۔ پیغمبروں کے علاوہ ہر ایک سے غلطی ہو سکتی ہے۔ غلط فیصلہ ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ نے جو کچھ فیصلہ کیا وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے کیا۔

کنارہ کش ہو جاؤ

بہر حال، حضرات صحابہ کرامؓ نے فتنوں کی تمام احادیث پر عمل کر کے ہمارے لئے نمونہ پیش کر دیا کہ فتنے میں یہ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جب اس دور میں جہاں مقابلہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تھا۔ اِس دور میں بھی صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت الگ ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ جس میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے صحابہ کرامؓ شامل تھے، تو اس دور میں بھی جب حق و باطل کا یقینی طور پر پتہ نہیں ہے، بلکہ حق و باطل مشتبہ ہے، اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ آدمی کنارہ کشی اختیار کر لے۔

حقیقت یہ ہے کہ تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ کو عجیب بات منظور تھی کہ جو حضرات صحابہ کرامؓ اس زمانے میں کنارہ کش ہو کر بیٹھ گئے تھے، ان سے اللہ تعالیٰ نے دین کی بہت بڑی خدمت لے لی۔ ورنہ اگر سب کے سب صحابہؓ جنگ میں شامل ہو جاتے تو بہت سے صحابہؓ ان میں سے شہید ہو جاتے۔ اور دین کی وہ خدمت نہ کر پاتے۔ چنانچہ جو حضرات صحابہ کرامؓ الگ ہو کر بیٹھ گئے تھے، انہوں نے احادیث کو مدون کرنا شروع کر دیا۔ اور اس کے نتیجے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کا لایا ہوا دین آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے مدون اور مرتب ہو گیا۔ اور ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑ

گئے۔

اپنی اصلاح کی فکر کرو

بہرحال، فتنہ کے دور میں یہ حکم دیا کہ گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ جاؤ اور اللہ اللہ کرو۔ اور اپنی اصلاح کی فکر کرو کہ میں گناہوں سے بچ جاؤں۔ اور اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرمانبردار بن جاؤں۔ اور میرے بیوی بچے بھی مطیع اور فرمانبردار بن جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک پیغمبر ہی ایسا نسخہ بتاسکتا ہے، ہر انسان کے بس کا کام نہیں کہ وہ ایسا نسخہ بتاسکے، اس لئے اس نسخے پر عمل کرتے ہوئے ہر انسان اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوجائے۔ معاشرہ تو انہی افراد کے مجموعے کا نام ہے، جب ایک فرد کی اصلاح ہوگئی اور وہ درست ہوگیا تو کم از کم معاشرے سے ایک بُرائی تو دور ہوگئی۔ اور جب دوسرا فرد درست ہوگیا تو دوسری بُرائی درست ہوگئی۔ اسی طرح چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ اور افراد سے معاشرہ بنتا ہے۔ آہستہ آہستہ سارا معاشرہ درست ہوجائے گا۔

اپنے عیوب کو دیکھو

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں، یہ شدید فتنے کا دور ہے۔ اس کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو سال پہلے یہ نسخہ

بتا گئے کہ کسی پارٹی میں شامل مت ہونا، حتی الامکان گھر میں بیٹھو۔ اور تماشہ دیکھنے کے لئے بھی گھر سے باہر مت جاؤ۔ اور اپنی اصلاح کی فکر کرو۔ اور یہ دیکھو کہ میرے اندر کیا بُرائی ہے۔ اور میں کن بُرائیوں کے اندر مبتلا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ پورے معاشرے کے اندر جو فتنہ پھیلا ہوا ہے، وہ میرے گناہوں کی نحوست ہو۔ ہر انسان کو یہ سوچنا چاہئے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے، شاید میرے گناہوں کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوگ قحط سالی کی شکایت کرنے گئے تو انہوں نے کہا کہ یہ سب میرے گناہوں کی وجہ سے ہو رہا ہے، میں یہاں سے چلا جاتا ہوں، شاید اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل فرمادے۔ آج ہم لوگوں کو دوسروں پر تبصرہ کرنا آتا ہے کہ لوگ یوں کر رہے ہیں۔ لوگوں کے اندر یہ خرابیاں ہیں، جس کی وجہ سے فساد ہو رہا ہے، لیکن اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنے والا شاذ و نادر ہی آج کوئی ملے گا۔ اس لئے دوسروں کو چھوڑو اور اپنی اِصلاح کی فکر کرو۔

گناہوں سے بچاؤ

اور اپنی اصلاح کی فکر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ صبح سے لے کر شام تک جو گناہ تم سے سرزد ہوتے ہیں، ان کو ایک ایک کر کے چھوڑنے کی فکر کرو۔ اور ہر روز اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ اور استغفار کرو۔ اور

یہ دعا کرو کہ یا اللہ! یہ فتنہ کا زمانہ ہے۔ مجھے اور میرے گھر والوں اور میری اولاد کو اپنی رحمت سے اس فتنہ سے دور رکھئے۔

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ﴾

"اے اللہ! ہم آپ کی تمام ظاہری اور باطنی فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں"۔

دعا کرنے کے ساتھ ساتھ غیبت سے، نگاہ کے گناہ سے، فحاشی اور عریانی کے گناہوں سے، اور دوسروں کی دل آزاری کے گناہ سے، رشوت کے گناہ سے، سود کے گناہ سے اپنے آپ کو جتنا ہو سکے ان سے بچانے کی کوشش کرو۔ لیکن اگر غفلت میں یہ زندگی گزار دی تو پھر اللہ تعالیٰ بچائے۔ انجام بڑا خراب نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ